بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ (نسائی حدیث نمبر ۱۵۲۸)

ترجمہ: ہر نیا کام (دین سمجھ کر) کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائیگی

بدعت کی حقیقت

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

ضلع راجن پور پنجاب پاکستان

☎ 0604-567218, 569472

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

اتحاد بین المسلمین کا مطلب

یہ ہے کہ تمام مسلمان توحید خالص پر قرآن حکیم کی روشنی میں اس طرح متفق ہو جائیں کہ اللہ کے سوا کسی ہستی کو اپنا مشکل کشاء، حاجت روا تصور نہ کریں۔ اسی سے غائبانہ خوف کھائیں، اسی کے نام کی نذر و نیاز دیں۔ اسی پر توکل اور بھروسہ رکھیں۔ اسی کو عالم الغیب اور مختار کل سمجھیں اور محمد ﷺ کی رسالت پر اس طرح متحد ہو جائیں کہ آپ کی ذات اقدس کے سوا خاص شخص کو اپنا رہبر و رہنما نہ بنائیں بلکہ کتاب سنت کو مستند سمجھیں جیسا کہ سلف صالحین اور آئمہ دین نے کتاب وسنت کو ہی اپنا رہنما بنایا اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر معاملہ میں آپ کا اتباع کریں اور فرقہ بازی سے بچتے ہوئے کتاب وسنت صحیحہ کو ہی سند آخر سمجھیں۔ سنت رسول سے ہٹ کر خود ساختہ نیکیوں کو اختیار کر کے بدعات کا شکار نہ ہوں۔ اللہ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کے سوا اور کسی نکتہ پر اتحاد ممکن نہیں۔ سلف صالحین (یعنی صحابہ وتابعین) اسی نکتے پر متحد تھے، وہ ایک جماعت تھے فرقہ نہ تھے۔ یہی سلفی دعوت ہے۔ اس مقدس دعوت کو قبول کر کے اپنے عقیدے اور عمل کی اصلاح کریں۔

نائب مدیر: محمد اسماعیل ساجد

ادارہ تبلیغ اسلام جامپور
ضلع راجن پور پنجاب پاکستان ☎ 0604-567218, 569472

مفت تقسیم کیلئے

بار سوئم

سلسلہ تبلیغ نمبر 302

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ (نسائی حدیث نمبر ۱۵۲۸)

ترجمہ: ہر نیا کام (دین سمجھ کر) کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائیگی

بدعت کی حقیقت

شمیم احمد خلیل السلفی حفظہ اللہ تعالیٰ

المرکز الاسلامی، دوحہ قطر

ناشر

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

ضلع راجن پور پنجاب پاکستان

☎ 0604-567218, 569472

عرض ناشر

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور توحید وسنت کی اشاعت کیلئے قائم کیا گیا ہے تاکہ قرآن وسنت کی روشنی میں عامۃ المسلمین کی اصلاح کیلئے دینی کتب کی اشاعت کے ذریعے لوگوں کی دینی واخلاقی رہنمائی کی جائے اور انہیں بتلایا جائے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کتاب وسنت کے مطابق عقائد واعمال درست کئے بغیر ناممکن ہے۔

ملک بھر میں اشاعت لٹریچر ومفت تقسیم کا یہ منفرد وعظیم ادارہ ہے جس کے ذریعے لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر چھپوا کر تقسیم کیا جا چکا ہے۔

کتاب ہٰذا: بدعت کی حقیقت، مولانا شمیم احمد خلیل السّلفی کی تصنیف ہے جو اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے بدعت کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے مدلل اور جامع کتاب ہے دیگر لٹریچر کی طرح ادارہ کو تیسری مرتبہ یہ کتاب شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔

موجودہ دور میں دینی لٹریچر کی اشاعت ومفت تقسیم عظیم جہاد اور صدقہ جاریہ ہے تمام اہل دل مخیّر احباب کو اس مشن میں مالی اعانت فرما کر فروغِ دین کے اس مشن میں حصہ ملانا چاہئے۔

محمد یٰسین راھی مدیر

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(الانعام: ۱۶۲)

(کہو میری نماز اور میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کیلئے ہے)

فهرستِ مضامین

۱	تقدیم	۵
۲	بدعت کی لغوی تشریح	۱۴
۳	بدعت کی شرعی تعریف	۱۵
۴	ہر بدعت گمراہی	۲۰
۵	کیا حرج ہے؟	۲۲
۶	اہل بدعت کے بعض شبہات کا جائزہ	۳۱
۷	پہلا شبہ	۳۱
۸	دوسرا شبہ	۳۵
۹	تیسرا شبہ	۳۸
۱۰	چوتھا شبہ	۴۲
۱۱	پانچواں شبہ	۴۴
۱۲	حرف آخر	۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔

دینِ اسلام ایک سیدھا اور مکمل دستورِ حیات ہے جس کو اختیار کرنے میں دُنیا وآخرت کی کامرانیاں پنہاں ہیں۔ یہ ایک ایسی روشن شاہراہ ہے جہاں رات دن کا کوئی فرق نہیں اور نہ ہی اس میں کہیں پیچ وخم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو انسانیت کے لئے پسند فرمایا اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اس کی تکمیل فرما دی۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ	مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔	کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو
(المائدۃ: ۳)	بحیثیت دین پسند فرمایا۔

اس تکمیلِ دین کا جب اعلان کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں اُمّت کو نصیحت فرمائی:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللهِ وَسُنَّتِي۔ ؎۱

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

اب کتاب و سنت ہی بنیادِ دین قرار پائے، عقیدہ، عبادت، معاملات، اخلاق غرضیکہ جملہ شعبہائے زندگی میں یہی دلیل و رہنما ٹھہرے، ہر میدان میں ان کی پابندی ضروری قرار پائی اور اسی کتاب و سنت کی اتباعِ کامل کا نام دینِ اسلام ٹھہرا اور اللہ تعالیٰ نے یہ وصیت فرمادی:

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔
(الانعام : ۱۵۳)

اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی کی اتباع کرو اور دوسری راہوں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے پھیر دیں گے تم کو یہی میری وصیت ہے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کتاب و سنت کو جان سے لگائے رکھا۔ ان کے معاشرے میں کتاب و سنت کو بنیادی حیثیت حاصل رہی اور اسی شاہراہ پر گامزن رہ کر دُنیا و آخرت کی کامرانیوں سے ہمکنار ہوئے۔

لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا کتاب و سنت کی پکڑ ڈھیل ہوتی گئی اور بدعات و خرافات نے ہر شعبہ میں اپنے پیر جمانے شروع کر دیئے اور اس وقت پورے دین کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ آج کتاب و سنت کی دعوت لوگوں کو انوکھی

؎۱ مالك، القدر، باب النهي عن القول بالقدر۔ الحاكم ۱/۹۳ وصححه

لگتی ہے کیونکہ بدعات وخرافات کو ہی دین سمجھ لیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا:

بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ۔ الحدیث[1]

اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور مستقبل میں اسی طرح اجنبی ہو جائے گا لہٰذا ان اجنبیوں کے لئے خوش خبری ہے۔ الخ

٭ ٭ ٭ ٭

ان بدعات وخرافات کے شیوع اور رواج پانے کے کچھ بنیادی عوامل و اسباب ہیں جن پر نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

① غلو

یہ انتہائی مہلک مرض ہے امتوں اور قوموں کی ہلاکت کا پیش خیمہ رہا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ۔[2]

خبردار دین میں غلو سے بچتے رہو تم سے پہلے لوگوں کو اسی غلو نے ہلاک کر ڈالا ہے۔

چنانچہ قوم نوح کے اندر جب اولیاء وصالحین کے سلسلہ میں غلو پیدا ہوا تو اس کا نتیجہ شرک کی شکل میں ظاہر ہوا، یہود ونصاریٰ کے اندر گھسا تو عزیر وعیسیٰ کو ابن اللہ بنا دیا اور مسلمانوں کے اندر گھسا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے انکار کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ

تم مجھے نہ بڑھانا جیسا کہ نصاریٰ نے

---

[1] مسلم / الایمان / باب بیان أن الاسلام بدأ غریبًا۔ (۲۳۲)

[2] النسائی / المناسک / باب التقاط الحصی، ابن ماجہ / المناسک / باب قدر حصی الرمی (۳۰۲۹) احمد ۱/ ۲۱۵، ۳۴۷۔ وصححہ البانی۔

النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا أَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔[1]

عیسیٰ بن مریم کو بڑھادیا یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا۔

اور قبر پرستی اور پیر پرستی کے جو مظاہر آج نظر آرہے ہیں اسی غلو کا نتیجہ ہیں۔

۲ خارجی اثرات اور عجمی تصورات

اسلام جب اپنی سادگی و ٹھوس دلائل اور حقانیت کی وجہ سے لوگوں کے نفوس کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوگیا اور اسلامی دعوت کو دشمنانِ دین جب قوتِ بازو سے دبانے میں کامیاب نہ ہوئے تو مکر و فریب اور سازشوں کا جال بچھا کر اسلام کو اندر سے کھوکھلا کرنا چاہا چنانچہ یہودیت و مجوسیت کی ملی بھگت نے اسلام کا تار و پود بکھیرنے کا عزم کیا۔ امیرالمؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مظلومانہ قتل، پھر جنگِ جمل و صفین کے معرکے اسی سازش کا نتیجہ تھے۔ عبداللہ بن سبا جیسے شاطر نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر تشیع و رفض کی بنا ڈالی اور اس طرح اسلام میں یہودی و مجوسی عقائد اثر انداز ہوئے، عقائد و عبادات میں بدعات کو رواج ملا۔

اور اسی طرح اسلام جب جزیرۃ العرب سے نکل کر آگے بڑھا دوسری قومیں اسلام میں داخل ہونے لگیں ان کے قدیم عقائد و نظریات اور رسم و رواج کے بقایا جات اکثر لوگوں کے ذہن میں باقی رہے اور رفتہ رفتہ جدید اسلوب و رنگ میں نمودار ہونے لگے۔ اس طرح اسلام کی صاف و شفاف تعلیمات کے اندر ان کا عمل و دخل شروع ہوا۔ آج رفض و تشیع اور تصوف سے لے کر عید میلاد النبی، تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ مراسم انہی خارجی اثرات و عجمی تصورات کی مرہونِ منت ہیں۔

---

[1] البخاری/ الانبیاء/ باب واذکر فی الکتاب مریم۔

③ کتب فلسفہ کی تعریب و ترجمہ

یہ مسلمانوں کی بدنصیبی تھی کہ یونانی ذہنی افکار ونظریات جس کو انسانیت فراموش کرتی جارہی تھی مامون الرشید نے اپنے دورِ اقتدار میں ان مشرکانہ افکار ونظریات کو عربی میں منتقل کرا دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ عقائد و عبادات کی اصل اساس کتاب وسنت کو چھوڑ کر لوگ منطق وفلسفہ کی کسوٹی پر اسلامی عقائد کو جانچنا شروع کر دیئے اور پھر اس نے جو رنگ دکھایا وہ اہلِ علم وبصیرت پر مخفی نہیں۔ اعتزال وجہمیت، تشبیہ وتاویل اور الحاد وتعطیل کو ہوا ملی اور یہ بدعی عقائد پروان چڑھے اور انکارِ حدیث کا فتنہ جنم لیا اور جو نصوصِ کتاب وسنت ان فلسفیانہ موشگافیوں کے خلاف پڑیں ان کی من مانی تاویل کی گئی اور بات نہیں بن پڑی تو انکو حجیت سے خارج کر دیا گیا منطق وفلسفہ کے مقابلے میں کتاب وسنت کی حیثیت ثانوی قرار پائی اور ماضی قریب تک ہمارے دینی ادارے اپنا پورا زور اسی پر صرف کر رہے تھے اور کتاب وسنت کی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی پورا نصابِ تعلیم انہیں ذہنی افکار ونظریات کی تعلیم سے پر تھا اور آج تک یہ مشرکانہ افکار ونظریات ہمارے دینی مدارس کا جزء لاینفک بنے ہوئے ہیں اور ہمارے طلبہ کا قیمتی وقت اس میں ضائع ہو رہا ہے۔

④ احکامِ شرعیہ میں عقل کی دخل اندازی

اس میں کوئی شک نہیں کہ عقلِ انسانی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور سوچنے سمجھنے اور غور وفکر کی صلاحیت انسان کا ایک امتیازی نشان ہے اسلام انسانیت کو دعوتِ فکر ونظر دیتا ہے لیکن اس فکر ونظر کی کسوٹی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سنت کو قرار دیتا ہے۔ اصل معیار کتاب وسنت ہے، عقل معیارِ حق وباطل نہیں۔ عقلِ انسانی کتاب وسنت کے تابع ہے نہ کہ کتاب وسنت عقلِ انسانی کے تابع کیونکہ کتاب وسنت وحیِ الٰہی ہے اور وحی معصوم ہے

اس میں خطا کا امکان نہیں لیکن عقلِ انسانی معصوم نہیں اس میں خطا وصواب کا امکان ہے اس لئے عقلِ انسانی معیار نہیں قرار پاسکتا۔

لیکن جب عقل سے لوگ مبہوت ہوئے اور کتاب وسنت کے سیدھے سادے مسلمات میں عقل کی بے راہ روی شروع ہوئی تو انکارِ احادیث نے جنم لینا شروع کیا اللہ کے ذات وصفات تک میں تعقل پسندی دکھائی گئی۔ اس طرح عقائد و عبادات میں مختلف قسم کی بدعات کو رواج ملا۔ آج تک اچھے خاصے لوگ ایسی تعقل پسندی کے اسیر ہیں اور درایت کو آڑ بنا کر صحیح وصریح احادیث کا انکار کر جاتے ہیں۔ کوئی معجزات کا منکر، کوئی حدیثِ سلیمان کا، کوئی حدِ رجم کا، کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کئے جانے کا اور کوئی پوری ذخیرہ حدیث میں تشکیک کا شکار۔

۵ بدعت کی تردید بدعت کے ذریعہ

بدعت کی تردید ضروری ہے لیکن کتاب وسنت کا التزام انتہائی ضروری ہے۔ تردیدِ بدعت کے لئے وہی نہج اختیار کرنا ہوگا جس کی تائید کتاب وسنت سے ہو رہی ہو لیکن جب اس قید سے آزاد ہو کر انسان اس میدان میں قدم رکھتا ہے تو دوسری بدعت کا شکار ہو جاتا ہے چنانچہ جب نصاریٰ نے اپنی بدعت قدامتِ مسیح پر استدلال کرتے ہوئے یہ پیش کیا کہ قرآن نے عیسیٰ کو کلمۃ اللہ کہا اور اللہ کا کلمہ قدیم ہے لہٰذا عیسیٰ قدیم ٹھہرے۔ معتزلہ نے اس کی جب تردید شروع کی تو قرآن ہی کو مخلوق بنا ڈالا اور کلامِ الٰہی کا انکار کر بیٹھے اس طرح ایک بدعت کی تردید میں دوسری بدعت نے خلقِ قرآن کی شکل میں جنم لیا اور اسی طرح جب جہم بن صفوان نے صفاتِ الٰہیہ کے انکار کی طرح ڈالی تو مقاتل بن سلیمان نے اس کی تردید میں تشبیہ کی بدعت ایجاد کر ڈالی۔ غرضیکہ جب انسان کتاب وسنت کی شاہراہ چھوڑتا ہے تو اس کو اسی طرح کی ٹھوکر لگتی ہے۔

ان اسباب کے ساتھ ساتھ دینی احکامات سے جہالت، دینی تعلیمات کا فقدان

اور اس کے نتیجہ میں تقلید اور شخصیت پرستی نے اپنا گہرا اثر ڈالا، لوگ جبہ و دستار کے اسیر ہوتے گئے، دینی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے احبار و رہبان کی طرف سے جو چیز ملی قبول کر لیا گیا، طلب دلیل کو گستاخی گردانا گیا جس کی وجہ سے جہلاء علماء کے بھیس میں نمودار ہوئے اور اپنی دکان چمکانے کے لئے بدعات کو رواج دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ان پر صادق آیا:

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ. (التوبہ)	یقیناً بہت سے علماء و مشائخ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں۔

اور اس پر مزید بہت سے حضرات نے مصلحت پسندی کے پیش نظر سکوت اختیار کیا اور بدعات کو رواج ملتا رہا اور عوام کو بدعات و رسم و رواج کا رسیا دیکھ کر جاہل حکام نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لینا شروع کیا جس کی وجہ سے بدعت کی تحریک کو تقویت ملتی گئی اور سرکاری پیمانے پر بدعات انجام پانے لگے اور اس طرح آج ہر طرف بدعات و خرافات کا دور دورہ نظر آتا ہے۔

لیکن انسانیت کے ساتھ اللہ رب العالمین کا یہ فضل و احسان رہا کہ اس نے اس دین کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ. (الحجر: ۹)	ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

ان تمام سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود آج بھی اسلام اپنی اصلی شکل میں تمام خصائص و خوبیوں کے ساتھ موجود ہے۔ علماء حق نے ہر دور میں اصلاح و تجدید کا بازار گرم کر رکھا ہے اور تمام سازشوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ ہر طرح کی بدعات و خرافات کے خلاف جہاد کرتے رہے اور ان شاء اللہ اصلاح

و تجدید کا یہ سلسلہ جاری رہے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ۔ الحدیث [1]	برابر میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا ان کا ساتھ چھوڑنے والے انکا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے یہانتک کہ قیامت برپا ہو وہ اسی حالت میں ہونگے

اس گروہ نے ہر دور میں کتاب و سنت کو سینے سے لگائے رکھا اور اس راہ میں ہر طرح کی جانی و مالی قربانیاں پیش کرنے سے گریز نہیں کیا کیونکہ ان کے سامنے صرف اور صرف رضاء الٰہی کی طلب ہوتی ہے، کتاب و سنت کی اتباع اور اس کی ترویج و اشاعت کو مقصود زندگی سمجھتے ہیں۔ یہ جب بھی معاشرہ میں کتاب و سنت کی خلاف ورزی و خرافات کو دیکھتے ہیں تڑپ اٹھتے ہیں اور اس کے تدارک کی کوشش میں لگ جاتے ہیں کیونکہ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ [2]	تم میں سے جو بھی کوئی منکر بات دیکھے اس کو چاہئے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر اسکی طاقت نہیں تو زبان سے اسکو مٹا ڈالے اگر اسکی بھی طاقت نہیں تو دل سے مٹا ڈالے یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔

✣ ✣ ✣

---

[1] البخاری/الاعتصام/باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفة من امتی.... وفی التوحید/باب قول اللہ تعالیٰ انما قولنا لشیٔ اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون۔ ومسلم الایمان/باب نزول عیسی بن مریم (۲۴۷) وفی الامارة/باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفة من امتی..

[2] مسلم/الایمان/باب کون النهی عن المنکر من الایمان۔ (۷۸)

اس دینی حمیت وغیرت کی وجہ سے مخالفین مختلف ناشائستہ القاب کے ساتھ متہم کرتے رہتے ہیں لیکن یہ اللہ کے بندے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی اذیت کو انگیز کر لیتے ہیں لیکن لوگوں کی اصلاح سے پہلو تہی نہیں کرتے، ان کی یہی کوشش رہتی ہے کہ کس طرح اللہ کے بندے ضلالت وگمراہی سے نجات حاصل کر کے رشد وہدایت اور شاہراہ کتاب وسنت کو اختیار کر لیں۔

اس سلسلہ میں قلمی اور لسانی جہاد برابر جاری ہے۔ علماء حق نے بیشمار کتابیں تالیف کی ہیں اور برابر تالیف وتصنیف کا سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

یہ کتابچہ اسی سلسلہ اصلاح ودعوت کی ایک ادنیٰ سی کڑی ہے جس کے اندر بدعت کے بھیانک نتائج کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں پیش کئے جانے والے شبہات کا پردہ چاک کر کے اہلِ بدعت کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

چونکہ دورِ حاضر میں لوگ ضروریاتِ زندگی سے آگے بڑھ کر کمالیات وجمالیات کی دوڑ میں مشغولیت کے سبب ضخیم کتابوں کا مطالعہ نہیں کر پاتے اس لئے عام پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ضرورت ہے کہ مختصر کتابچے عام کئے جائیں تاکہ دینی تعلیم عام ہو سکے اور لوگوں کو دینی بصیرت بہم پہنچے۔

اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین

وصلی اللہ علی النبی وآلہ وصحبہ وسلم

والسلام

شمیم احمد خلیل السلفی

دوحہ قطر

بدعت کی حقیقت

بدعت کی لغوی تشریح

عربی زبان میں لفظ بدعت دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے:

اولاً: وہ چیز جو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر ایجاد کی گئی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ. (الاحقاف/ ۹) یعنی میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، مجھ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جا چکے ہیں۔

اور اسی لئے جو شخص کوئی ایسا کام کر بیٹھے جس کو اس سے قبل کسی نے نہ کیا ہو تو اس کے لئے عربی میں کہا جاتا ہے اَبْدَعَهَا، اِبْتَدَعَهَا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا. (الحدید/ ۲۷) یعنی انہوں نے رہبانیت کو ایجاد کر ڈالا جو پہلے سے موجود نہ تھی۔

اور اللہ کے صفات میں سے بدیع السموٰت والارض بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نمونہ سابقہ کے اس کائنات کو وجود بخشا ہے۔

ثانیاً: تھکاوٹ و مشقت چنانچہ جب اونٹ کسی بیماری یا کمزوری و تھکاوٹ کی وجہ سے راستہ میں بیٹھ جائے تو اس موقع پر کہا جاتا ہے اَبْدَعَتِ الْاِبِلُ۔

حقیقت میں ان دونوں معنوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ اَبْدَعَتِ الْاِبِلُ کا معنیٰ یہ ہوا کہ اس کو تھکاوٹ لاحق ہوئی جو پہلے نہ تھی، چنانچہ ابن منظور نے "لسان العرب" ۸/۸ میں اس معنیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: کَانَّہٗ جعل

انقطاعها عما كانت مستمرة عليها من عادة السير ابداعا أى انشاء امر خارج عما اعتيد منها۔ (یعنی اونٹ کا چلنے سے رک جانا جو اس کی عادت میں میں سے نہ تھی، اس کی عادت کے خلاف ایک انوکھی اور نئی چیز ہے)

حدیث میں ہے: كَيْفَ أَصْنَعُ بِمَا أُبْدِعَ عَلَيَّ مِنْهَا۔ (میں ان ھدی کے جانوروں کے بارے میں کیا کروں جو چلنے سے عاجز آجائیں؟) [1]

اس لغوی تحقیق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بدعت ابتداع سے اسم ہیئت ہے یعنی وہ چیز جو کسی مثال سابق کے بغیر ایجاد کی گئی ہو۔ اس کا اطلاق خیر و شر دونوں پر ہوتا ہے اور اکثر عرفِ عام میں مذموم چیزوں کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

بدعت کی شرعی تعریف

علماء نے شرعی اعتبار سے بدعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں لیکن سب سے جامع اور واضح تعریف یہ ہے:

"جس کو دین کے اندر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا ہو اس کی صحت پر کوئی دلیل نہ تو کتاب اللہ سے اور نہ سنت سے ہو اور نہ ہی صحابہ نے اس کو کیا ہو۔"

اس تعریف کی روشنی میں دنیاوی ایجادات مثلاً کار، جہاز، ٹیلیفون، وارلس، ریل گاڑی اور جنگی ہتھیار وغیرہ بدعت سے خارج ہو جاتی ہیں کیونکہ ان سے تقرب الی اللہ مقصود نہیں بلکہ لوگوں کے مصالح وضروریات کے تحت مشروع چیزوں کیلئے ایجاد کی گئی ہیں، لہٰذا اس طرح کی دنیاوی ایجادات فقہ کے احکام خمسہ فرض، سنت، حرام، مکروہ، مباح کے تحت جانچی جائیں گی اور ان پر یہ احکامات مبدا و مثال کے اعتبار

---

[1] مسلم / الحج / ما يفعل بالهدى اذا عطب فى الطريق (۳۷۷)

سے جاری کئے جائیں گے۔

لیکن بدعتِ دینیہ پر یہ احکام جاری نہ ہوں گے کیونکہ اسلام میں اس بدعت کی کوئی گنجائش نہیں، اس لئے بدعت حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی تقسیم بالکل غلط ہے اس تقسیم کی کوئی دلیل نہیں اور پھر کتاب وسنت اس تقسیم کے صریح خلاف ہیں۔

(۱) یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ دینِ اسلام ایک مکمّل دین ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کو مکمل شکل میں نازل فرمایا ہے اور اس کی تکمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ: ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند فرمایا ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری تھی کہ رسالت کے حق کو ادا فرمائیں اور بلا کم وکاست انسانیت تک اسلام کو پہنچا دیں۔ آپ نے اس ذمہ داری کو مکمل طور سے ادا فرمایا اور اس دین کو کامل شکل میں انسانیت کے سامنے پیش فرمایا جس میں حذف واضافہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔

چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

مَا تَرَکْتُ شَیْئًا مِمَّا اَمَرَکُمُ اللّٰہُ بِہٖ اِلَّا وَقَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ وَلَا شَیْئًا مِمَّا نَہَاکُمْ عَنْہُ اِلَّا وَقَدْ نَہَیْتُکُمْ عَنْہُ۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن جن چیزوں کا حکم فرمایا تھا اس کا حکم تمہیں میں نے دیدیا ہے کوئی چیز چھوڑی نہیں ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن چیزوں سے روکا تھا اس سے تمہیں روکدیا

(البیہقی ۷/۷۶) ہوں ان میں سے کوئی چیز چھوڑی نہیں ہے۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

انی ترکتکم علی مثل البیضاء لیلها کنهارها لا یزیغ عنها بعدی الا هالك۔ [1]

میں نے تم کو ایک روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کے مانند ہے میرے بعد جو اس سے ہٹے گا ہلاک ہوگا۔

(۳) اسلام کی جامعیت و کاملیت ایسی زندہ حقیقت ہے جس کی شہادت اعداء اسلام نے بھی دی۔

چنانچہ بعض یہود نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا:

لقد علمکم نبیکم (صلی اللہ علیہ وسلم) کل شیء حتی الخراءة فقال: اجل نهانا ان نستقبل القبلة بغائط او بول او نستنجی بالیمین وأن نستنجی بأقل من ثلاثة أحجار أو نستنجی برجیع او عظم۔ [2]

تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تو تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں یہاں تک کہ قضاء حاجت بھی؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں آپ نے ہمیں پیشاب و پاخانہ کے وقت قبلہ رُخ ہونے اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے، تین پتھرے کم میں استنجا کرنے اور لید و ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] ابن ماجه / المقدمه / باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین (۴۲) واحمد ۱۲۶/۴ وابن ابی عاصم فی السنة (۴۸، ۴۹) والحاکم ۹۶/۱ وصححه الالبانی فی تخریج السنة۔

[2] مسلم / الطهارة / باب الاستطابة (۵۷) ابوداود / الطهارة / باب کراهیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة (۷) الترمذی / الطهارة / باب الاستنجاء بالحجارة (۱۶) النسائی / الطهارة / باب النهی عن الاکتفاء فی الاستطابه بأقل من ثلاثة احجار (۴۱) ابن ماجه / الطهارة / باب الاستنجاء بالحجارة، احمد ۴۳۷/۵، ۴۳۸، ۴۳۹۔

④ تشریع اور قانون سازی کا حق صرف رب العالمین کا ہے کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔ اگر اسلام میں اضافہ جائز ہوتا تو حذف و کمی بھی جائز قرار پاتی اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں اضافہ کو منع فرمایا:

اِذَا حَدَّثْتُکُمْ حَدِیْثًا	جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو
فَلَا تَزِیْدُنَّ عَلَیْہِ۔ ؎۱	اس میں اضافہ نہ کرو۔

ان حالات میں بدعتی اپنے زبانِ حال و مقال سے کہتا ہے کہ شریعت نامکمل ہے کیونکہ اگر دین کے مکمل ہونے کا اعتقاد رکھتا تو کبھی بدعت ایجاد نہ کرتا اور دین کو نامکمل کہنے و سمجھنے والا گمراہ ہے۔

⑤ مبتدع اپنی بدعت کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں لا کھڑا کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کو وضع فرمایا اور مخلوق پر لازم قرار دیا کہ اس کے مطابق عمل پیرا ہو جائیں اگر تشریع مخلوق کے بس کی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی شریعت نازل نہ فرماتا۔ لہٰذا مبتدع اللہ تعالیٰ کے دین میں بدعت ایجاد کرکے اپنے آپ کو اللہ کا ند و شریک بناتا ہے۔ سلفِ صالحین نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

مَنِ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ	جس نے دین میں کسی ایسی چیز کو اچھا تصور
شَرَّعَ۔ ؎۲	کیا جو نہیں تھی تو اس نے تشریع کیا۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصول السُّنّة عندنا	اصولِ سنت ہمارے یہاں یہ ہے
التمسك بما كان عليه	کہ صحابۂ کرام کے طریقے کو لازم

؎۱ احمد ۵/۱۱ عن سمرۃ رضی اللہ عنہ۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة (۳۴۶)

؎۲ الاحکام للآمدی ۲/۱۳۶، المستصفی للغزالی ۱/۲۷۴۔

اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والاقتداء بھم وترك البدع وكل بدعة ضلالة۔ [1]	پکڑیں اور ان کی اقتداء کریں اور بدعت کو ترک کر دیں کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

اور امام دار الہجرہ مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من ابتدع فی الاسلام بدعة یراھا حسنة او استحسن فی الدین شیئا لم یكن فقد زعم ان محمداً خان الرسالة لأن الله یقول: الیوم اكملت لكم دینكم وأتممت علیكم نعمتی ورضیت لكم الاسلام دیناً۔ فما لم یكن فی عهده دینا لا یكون الیوم دینا۔ [2]	جس نے اسلام میں کسی بدعت کو اچھا سمجھتے ہوئے ایجاد کیا یا دین میں کسی ایسی چیز کو اچھا سمجھا جو اس میں سے نہیں تو وہ اس زعم میں مبتلا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند فرمایا ہے۔" تو جو آپ کے دور میں دین نہ ہو آج دین نہیں ہو سکتا۔

---

[1] القول الأسمی/ ۱۲۔

[2] الاعتصام للشاطبی ۱/۴۹، الابداع لعلی محفوظ/ ۱۰۸۔

ہر بدعت گمراہی

① حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ثم أقبل علينا فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون و وجلت منها القلوب فقال قائل يا رسول الله كأنها موعظة مودع فماذا تعهد علينا؟ قال أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن تأمر عليكم عبد حبشي فإنه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم و محدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة و كل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمکو نماز پڑھائی پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں ایک بلیغ نصیحت فرمائی جس سے آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل دہل اٹھے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الوداعی وعظ ہے لہٰذا آپ ہمیں کیا ہدایت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور اس کی فرماں برداری کی وصیت کر رہا ہوں اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر امیر بن جائے اس کی اطاعت کرو تم میں سے جو لوگ زندہ رہیں گے وہ بہت سے اختلافات دیکھیں گے لہٰذا تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے اس سنت پر تم مضبوطی سے کاربند رہنا اور دین میں نئی باتوں کو ایجاد کرنے سے بچتے رہنا کیونکہ دین میں ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت

بدعة ضلالة۔ [1]	ضلالت و گمراہی ہے۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب الناس على المنبر ويقول أما بعد فان اصدق الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة۔ [2]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ منبر پر دیتے ہوئے فرماتے' حمد و صلاۃ کے بعد سب سے سچی بات اللہ کی کتاب اور سب سے اچھا طریقہ طریقہ محمدی ہے اور بدترین امور دین میں ایجاد کردہ چیزیں ہیں اور دین میں ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔

اور نسائی کی روایت میں اتنا اضافہ ہے:

وكل ضلالة فى النار۔ [3]	اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] ابوداؤد/السنة/باب فى لزوم السنة (۴۶۰۷)' الترمذى/العلم/باب فى الأخذ بالسنة واجتناب البدع (۲۶۷۸)' ابن ماجه/المقدمة/باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين (۴۲)' الدارمى/المقدمة/باب اتباع السنة (۹۶)' احمد ۴/۱۲۶' ۱۲۷' الحاكم ۱/۹۶ وصححه ووافقه الذهبى وصححه الألبانى۔

[2] مسلم/الجمعة/باب تخفيف الصلوٰة والخطبة (۴۳)

[3] النسائى/العيدين/كيف الخطبة (۱۵۷۸) وصححه الألبانى۔

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ [1]

جس نے میرے اس دین میں کوئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے وہ مردود ہے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے:

من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد۔ [2]

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جسکے کرنیکا ہم نے حکم نہیں دیا ہے وہ مردود ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے) عموم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ "کل" صیغہ عموم ہے جس کا کوئی مخصص نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ جملہ اپنے مفہوم و منطوق کے اعتبار سے قاعدہ شرعیہ کلیہ ہے منطوق کے اعتبار سے بایں طور کہا جائے، اس چیز کا حکم بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے لہٰذا شرع میں سے نہیں کیونکہ شرع کل کے کل ہدایت ہے۔ پس اگر یہ ثابت ہے کہ مذکورہ شئے کا حکم بدعت ہے تو مقدمے صحیح ہیں اور مطلوب ثابت ہے۔" [3]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] البخاری / الصلح / باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، وفی البیوع / باب النجش، وفی الاعتصام / باب اذا اجتہد العامل او الحاکم فأخطأ خلاف الرسول من غیر علم فحکمہ مردود، ومسلم فی الأقضیۃ / باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور (۱۷) وابوداود فی السنۃ / باب لزوم السنۃ (۴۶۰۶) وابن ماجہ فی المقدمۃ / باب تعظیم حدیث رسول اللہ (۱۴)

[2] مسلم / الأقضیۃ / باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور (۱۸)

[3] فتح الباری ۱۳/۲۵۴۔

جوامع الکلم میں سے ہے یہ حدیثِ پاک اعمال کے کھرے کھوٹے ہونے کا میزان ہے لہٰذا کسی مسلمان کا کوئی عمل بغیر دو شرطوں کے مقبول نہیں۔

(۱) یہ عمل خالص اللہ کے لئے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحًا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدًا۔ (الکہف/۱۱۰)	جس کو اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسکو چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۲) یہ عمل سنت کے موافق ہو جیسا کہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالکل واضح ہے۔ لہٰذا جو عمل سنت سے ثابت نہ ہو وہ مردود ہے، اللہ کے یہاں اس کا کوئی اعتبار نہیں، ایسا کرنے والا اللہ رب العزت کے حکم کو ٹھکراتا ہے اور اپنے آپ کو احکم الحاکمین کے مقابلہ میں لا کھڑا کرتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ غلط تقسیم ہے اور یہ تقسیم فی نفسہٖ بدعت ہے اور بدترین بدعت ہے کیونکہ دلائل عام و مطلق وارد ہیں کہیں بھی استثناء ثابت نہیں ہے اور اصولِ فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ہر قاعدہ کلیہ شرعیہ یا دلیل شرعی کلی جو مختلف مقامات پر بار بار آئے اور اسکے اصولی یا فرعی معانی پر شواہد موجود ہوں اور وہاں کوئی تقیید و تخصیص مذکور نہ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے لفظ کے مطابق عموم پر باقی رہے گی۔

(الاعتصام للشاطبی ۱/۱۴۱)

کیا حرج ہے؟

جب کسی بدعت سے لوگوں کو روکا جاتا ہے تو لوگ عام طور سے کہتے ہیں کہ آخر حرج کیا ہے، نماز، روزہ، کھانا کھلانا، قرآن کی تلاوت، ذکر و اذکار کارِ خیر

ہی تو ہیں۔

یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جسے انسان نما شیطان لوگوں کے اندر پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین کے طرز عمل کو اگر ملاحظہ فرمالیں تو یہ وسوسہ ختم ہو جائے۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جاء ثلاثة رهط إلى بيوت أزواج النبي صلى الله عليه وسلم يسألون عن عبادة النبي صلى الله عليه وسلم فلما أخبروا كأنهم تقالوها فقالوا وأين نحن من النبي صلى الله عليه وسلم قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر قال احدهم أما انا فاني اصلي الليل ابدا وقال آخر انا اصوم الدهر ولا افطر وقال أخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انتم الذين قلتم

ازواج مطہرات کے پاس تین آدمی آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے سلسلہ میں دریافت کیا جب انکو اس کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس کو کم تصور کیا اور کہنے لگے ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخش دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا میں ساری رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن میں روزے سے رہوں گا اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی شادی نہ کروں گا (یعنی ہمیشہ عبادت میں مصروف رہوں گا۔) اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہونچ گئے اور فرمایا کیا تمہیں لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ خبردار اللہ کی قسم میں تم میں

کذا وکذا أما واللہ إنی	سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنیوالا اور زیادہ
لاخشاکم للہ واتقاکم	تقویٰ اختیار کرنیوالا ہوں' میں نفلی روزہ
لہ لکنی اصوم وافطر	بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں'
واُصلی وارقد واتزوج	رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا
النساء فمن رغب عن سُنّتی	بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا
فلیس منی ۔ ؎	ہوں لہٰذا جس نے میرے طریقے سے
⁘ ⁘ ⁘	اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

قابلِ غور بات ہے کہ آخر ان تینوں نے کون سے گناہ کا قصد کیا تھا' آخر نماز' روزہ اور شب بیداری نیز اللہ کی عبادت میں منہمک ہو جانا کارِ خیر ہی تو ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے سختی سے منع فرما دیا کیونکہ یہ طرزِ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تھا گرچہ یہ چیزیں فی نفسہٖ خیر تھیں لیکن اس کی جو کیفیت وہ لوگ اختیار کر رہے تھے وہ رسول اللہ کے عمل سے ثابت نہ تھی۔

(۲) حضرت عمرو بن سلمہ سے روایت ہے کہ:

"ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے قبل جمع ہوتے تھے' جب آپ نکلتے ہم آپ کے ساتھ مسجد جاتے' ایک روز ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: اے ابوعبدالرحمٰن میں نے ابھی ابھی مسجد میں عجیب و غریب چیز دیکھی ہے اور الحمدللہ خیر ہی دیکھا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا اگر آپ زندہ رہے تو ابھی دیکھ لیں گے' میں نے دیکھا کہ لوگ مسجد میں نماز

؎ البخاری/النکاح/باب الترغیب فی النکاح' ومسلم فی النکاح/باب استحباب النکاح لمن تاقت إلیہ نفسہ۔ (۵)

کے انتظار میں حلقے بنائے بیٹھے ہیں، ہر حلقے کے ساتھ ایک شخص ہے اور لوگوں کے ہاتھ میں کنکریاں ہیں۔ وہ شخص کہتا ہے سو بار اللہ اکبر کہو لوگ سو بار اللہ اکبر کہتے ہیں۔ وہ کہتا ہے سو بار لا الٰہ الا اللہ کہو لوگ سو بار لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ وہ کہتا ہے سو بار سبحان اللہ کہو، لوگ سو بار سبحان اللہ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے ان سے کیا کہا؟ ابو موسیٰ نے جواب دیا آپ کے حکم کے انتظار میں تھا ان کو کچھ نہیں کہا۔ فرمایا کیوں نہیں ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں، انکی نیکیاں ضائع نہ ہوں گی؟ پھر آپ چل پڑے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ آپ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس پہونچے اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں تمہیں یہ کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ ان لوگوں نے جواب دیا یہ کنکریاں ہیں جن پر ہم تسبیح و تہلیل و تکبیر شمار کرتے ہیں۔ فرمایا اس کے بدلے تم اپنے گناہ شمار کرو میں ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہوں گی۔ تم برباد ہو اے امتِ محمد، کیا ہلاکت نے اتنے جلد تمہیں پالیا؟ یہ تمہارے نبی کے صحابہ ابھی موجود ہیں، آپ کے کپڑے ابھی پرانے نہیں ہوئے، اور برتن ابھی ٹوٹے نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت سے زیادہ ہدایت یاب ملت پر ہو یا گمراہی و ضلالت کا دروازہ کھول رہے ہو۔ ان لوگوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! واللہ ہم نے خیر ہی کا ارادہ کیا ہے۔ فرمایا کتنے خیر کے طالب وہاں تک نہیں پہونچ پاتے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا کہ "ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا"۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید اسکے مصداق تم میں سے اکثر لوگ ہونگے۔

حضرت عمرو بن سلمہ کا بیان ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں میں شریک اکثر لوگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ ہم پر تیر برسا رہے تھے۔ [1]

---

[1] الدارمی، المقدمة، باب فی کراهیة اخذ الرأی (۲۱۰) باسناد صحیح۔

(۳) حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے:

ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال: الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ قال ابن عمر وأنا اقول: الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علّمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال۔ [۱]	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بغل میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو چھینک آئی اس پر اس نے الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ کہا اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہمیں جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہیں۔

(۴) ایک شخص امام مالک رحمہ اللہ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ ہم احرام کہاں سے باندھیں؟ آپ نے فرمایا ذوالحلیفہ سے۔ اس نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ قبرِ نبوی سے احرام باندھوں، آپ نے فرمایا ایسا نہ کر میں تجھ پر فتنہ سے ڈرتا ہوں۔ اس نے کہا اس میں کون سا فتنہ ہے چند ہی میل پہلے تو باندھ رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا اس سے بڑھ کر اور کون سا فتنہ ہو سکتا ہے کہ تو نے ایسی فضیلت حاصل کر لی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاصر رہے۔ کیا تم یہ ارشادِ ربانی نہیں سنتے:

---

[۱] الترمذی / الادب / باب مایقول العاطس اذا عطس (۳۸،۳) والحاکم ۴ / ۲۶۵، ۲۶۶ وصححہ ووافقہ الذہبی۔

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ (النور/۶۳) لے	ان لوگوں کو ڈرنا چاہیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں مانتے کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں، یا کوئی دردناک عذاب انکو آ گھیرے۔

ان نصوص و آثار پر ان حضرات کو غور کرنا چاہیئے جو بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں حرج کیا یہ تو کار خیر ہی ہے۔

ان آثار و نصوص کی روشنی میں مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے جہاں احکامات وضع کئے ہیں وہیں ان احکامات پر عمل کرنے کا طریقہ بھی متعین فرما دیا ہے لوگوں کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے نمونہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"۔ (الاحزاب/۲۱) (یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے) اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اس نمونہ کو اختیار کریں ارشاد ربانی ہے: "وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"۔ (الحشر/۷) (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روک دیں رک جاؤ۔)

(۲) اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی خواہشات کے مطابق نہیں بلکہ جس طریقے سے اللہ نے مشروع کیا ہے اسی طرح کی جائے گی۔

(۳) جو چیز کتاب و سنت سے ثابت ہو اس کو تقویٰ سمجھتے ہوئے ترک کر دینا گمراہی ہے۔ مثلاً نکاح جو کتاب و سنت سے ثابت ہے اگر کوئی زہد و تقویٰ سمجھتے ہوئے نکاح کو ترک کر دے وہ گمراہ ہے اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین آدمیوں

کو جو زہد و تقویٰ میں آگے بڑھنا چاہتے تھے سختی سے منع فرما دیا۔

④ بدعتِ اضافی بھی گمراہی ہے۔ بدعتِ اضافی اس بدعت کو کہتے ہیں جو اصل کے اعتبار سے تو مستند ہو لیکن کیفیت و ہیئت کے اعتبار سے ثابت نہ ہو۔ چنانچہ جو لوگ مسجد کوفہ میں بیٹھے ہوئے تسبیحات دانوں پر شمار کر رہے تھے ذکر ہی کر رہے تھے جو مشروع عمل ہے لیکن چونکہ اس کی ہیئت و کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ تھی اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انھیں اس سے منع کر دیا۔

⑤ بدعت سنت کو ختم کر دیتی ہے چنانچہ مسجد کوفہ میں ذکر کرنے والوں نے ذکر کا جو طریقہ اختیار کیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پامال ہو گئی۔

اس حقیقت کو سلفِ صالحین نے اچھی طرح سمجھا تھا کہ بدعت و سنت اکٹھا نہیں ہو سکتے چنانچہ تابعی جلیل حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ما ابتدع قوم بدعة في دينهم الا نزع من سُنّتهم مثلها۔ [1]	جب بھی کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس کے مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔

⑥ بدعت ہلاکت کا سبب ہے کیونکہ اس سے سنت کا ترک لازم آتا ہے اور اس سے بڑھ کر ضلالت کیا ہو سکتی ہے؟ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد ہے:

ولو ترکتم سنة نبيكم لضللتم۔ [2]	اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے گمراہ ہو جاؤ گے۔

---

[1] الدارمی / المقدمة / باب اتباع السنة (۹۹)

[2] مسلم / المساجد / باب صلوٰة الجماعة من سنن الهدی (۲۵۷)، والنسائی فی الامامة / المحافظة علی الصلوات حیث ینادی بهن، وابن ماجة فی المساجد / باب المشی الی الصلوٰة (۷۷۷)، احمد ۱/ ۳۸۲، ۴۱۵، ۴۵۵۔

اور ضلالت و ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔ اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں ذکر کرنے والوں سے کہا تھا "اے امتِ محمد تمہاری ہلاکت کتنی جلدی آگئی"۔

⑦ بدعت کفر کا پیش خیمہ ہے اس لئے کہ بدعتی اپنے آپ کو مشرع اور شریک کے مقام پر لا کھڑا کرتا ہے۔

⑧ بدعت اختلاف کے دروازے کو پوری طرح کھول دیتا ہے اور یہ ضلالت وگمراہی کا دروازہ ہے۔

⑨ بدعات کی پرواہ نہ کرنا انسان کو فسق وعصیان تک پہونچا دیتا ہے جیسا کہ کوفہ کی مسجد والوں کا حشر ہوا کہ خوارج کے ساتھ صحابۂ کرام کے ساتھ مصروفِ جنگ ہوگئے۔

⑩ اعمال صالحہ کا دار و مدار نیتِ صالحہ پر ہے لیکن نیت کا اچھا ہونا کسی باطل کام کو صالح نہیں بنا سکتا ہے اس لئے کہ کسی عمل کے صالح ہونے کیلئے صرف نیت کافی نہیں بلکہ اتباعِ سنت اور شریعت کی پابندی بھی ضروری ہے۔[1]

⑪ خیر میں زیادتی ہمیشہ خیر نہیں ہوتی بلکہ اکثر حالات میں شر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثلاً شجاعت میں زیادتی جنون کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور کمی بزدلی قرار پاتی ہے' اسی طرح سخاوت اگر اپنے حد سے بڑھ جائے تو اسراف وتبذیر اور اگر کم ہو جائے تو بخالت قرار پاتی ہے۔ لہٰذا میانہ روی ہی بہتر چیز ہے۔

---

[1] مدارج السالکین ۱/۸۵۔

اہل بدعت کے بعض شبہات کا جائزہ

زمانۂ قدیم سے مبتدعین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ بدعت وضلالت کی ترویج و اشاعت اور عوام کے سامنے اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے نصوص میں تحریف وتبدیل کرکے استدلال کرتے ہیں۔ یہاں ہم ان کے چند اہم استدلال کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا جائزہ لیں گے جس سے ان کے جملہ استدلالات کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

پہلا شبہ : حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من سن فی الاسلام	جس نے اسلام میں اچھی سنت
سنة حسنة فله اجرها	نکالی اس کو اس کا اجر ملے گا اور
واجر من عمل بها	اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل پیرا
بعده من غير ان ينقص	ہوں گے اس کا بھی اجر ملے گا بغیر
من اجورهم شیٔ ، ومن	اس کے کہ ان کے اجر میں کمی ہو اور
سن فی الاسلام سنة	جس نے اسلام میں بری سُنت
سيئة كان عليه وزرها	نکالی اس پر اس کو گناہ ہو گا اور
ووزر من عمل بها من	اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں
بعده من غير ان ينقص	گے اس کا بھی گناہ ہوگا بغیر اسکے
من اوزارهم شیٔ ۔	کہ انکے گناہ میں کچھ کمی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بدعت ضلالت نہیں کیونکہ اس حدیث میں لفظ "سن" استعمال کیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں ایجاد کرنا، نکالنا۔ اور اس ایجاد کرنے اور نکالنے کا انتساب بندے کی طرف کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان کوئی اچھا عمل ایجاد کرے تو اس پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوگا بلکہ یہ ایک

محمود عمل ہوگا جس پر وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

جائزہ: اس استدلال کی حقیقت سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس حدیث کے پس منظر کو سامنے رکھیں اور پوری روایت پر نظر ڈالیں تاکہ صحیح مفہوم سامنے آسکے لہٰذا ہم یہاں پوری روایت نقل کرتے ہیں۔

عن جرير بن عبد الله رضي الله عنه، كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم في صدر النهار قال فجاءه قوم حفاة عراة مجتابي النمار او العباء متقلدي السيوف عامتهم من مضر بل كلهم من مضر فتمعر وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم لما رای بهم من الفاقة فدخل ثم خرج فامر بلالا فاذن و اقام فصلى ثم خطب وقال: يايها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة (النساء/١) الى آخر الآية ان الله كان عليكم رقيبا. والآية	حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دن کے ابتدائی حصہ میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں کچھ لوگ آئے جو ننگے پیر، ننگے جسم، پھٹے پرانے کپڑوں میں اور تلوار لٹکائے ہوئے تھے، وہ سب قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے، ان کے اس فقر و فاقہ کی کیفیت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا آپ گھر میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف لائے، بلال کو اذان کا حکم دیا، انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی، آپ نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمکو ایک جان سے پیدا کیا ہے) اس آیت

التی فی الحشر، اتقوا الله	کی تکمیل کرتے ہوئے آپ نے فرمایا، ان
ولتنظر نفس ما قدمت	الله کان علیکم رقیبا" (یقیناً اللہ
لغد واتقوا الله" (الحشر/۱۸)	تم پر نگراں ہے) پھر آپ نے سورۂ
تصدق رجل من دینارہ	حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی، اتقوا اللہ
من درھمہ، من ثوبہ،	ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا
من صاع برہ، ومن صاع	الله" (اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھنا
تمرہ (حتی قال) ولو بشق	چاہئے کہ کل کیلئے اس نے کیا بھیجا ہے
تمرۃ۔	اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو)
قال: فجاء رجل من	انسان کو چاہئے کہ اس موقع پر دینار
من الانصار بصرۃ	و درہم اور کپڑا و گندم اور کھجور صدقہ کرے
کادت کفه تعجز	خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہی۔
عنها بل قد عجزت	یہ سن کر ایک انصاری صحابی ایک تھیلی
قال: ثم تتابع الناس	لیکر آئے جسکو اٹھانے سے انکی ہتھیلی جواب
حتی رأیت کومین	دے رہی تھی بلکہ جواب دیگئی پھر یہ دیکھکر
من طعام و ثیاب،	دوسرے لوگ صدقہ کرنا شروع کردیئے
حتی رأیت وجه رسول	اور دیکھتے ہی دیکھتے غلہ اور کپڑے
الله یتهلل کانه	کے دو ڈھیر لگ گئے، میں نے دیکھا کہ رسول
مذھبة فقال رسول	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور کھل اٹھا
الله صلی الله علیه وسلم	اور سونے کی طرح چمکنے لگا، پھر آپ نے
"من سن فی الاسلام	فرمایا جس نے اسلام میں کسی اچھی سنت
سنة حسنة فله اجرها	کو زندہ کیا اس کا اجر ملیگا اور اس کے
واجر من عمل بها	بعد اس پر جتنے لوگ عمل کریں گے انکا

بعدہ من غیر ان ینقص	بھی بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں
من اجورھم شیئ، ومن	کچھ کمی کی جائے، اور جس نے کسی
سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ	بری سنت کو زندہ کیا اس پر اس
کان علیہ وزرھا ووزر من	کا گناہ ہوگا اور اسکے بعد جتنے لوگ
عمل من بعدہ من غیر ان	عمل کریں گے اس کا گناہ بھی بغیر
ینقص من اوزارھم شیئ۔ لہ	اسکے کہ انکے گناہ میں کمی کی جائے۔

① اس پس منظر کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث کا جو مفہوم مبتدعین نے سمجھا ہے وہ غلط ہے۔ یہاں لفظ "سن" کا معنیٰ ایجاد کرنا اور نکالنا ہرگز نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے معنیٰ مردہ سنت کو زندہ کرنا اور رواج دینا ہوگا کیونکہ یہاں پر انصاری صحابہ نے کوئی نیا عمل ایجاد نہیں کیا تھا بلکہ صدقہ مشروعہ کی ادائیگی میں سبقت کیا تھا جس کی ترغیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تقریر میں دلائی تھی، اور اس سبقت و پہل کرنے پر رسول اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر یہ فرمایا تھا لہٰذا اس کا معنیٰ ایجاد اور نکالنا کرنا غلط ہے۔

② اس حدیث میں سنتِ حسنہ اور سنتِ سیئہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور کسی چیز کا حسن و قبح شریعت کے بغیر نہیں جانے جا سکتے کیونکہ اہلِ سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تحسین و تقبیح شرع کے ساتھ مختص ہیں، اس میدان میں عقل کا کوئی دخل نہیں، عقلی تحسین و تقبیح تو معتزلہ مبتدعین کا عقیدہ رہا ہے۔ اس لئے حدیث میں سنت حسنہ و سیئہ کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ سنت شرعًا

لہ مسلم /الزکاۃ /باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ (۶۹) وفی العلم /باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ .....(۱۵)۔ والنسائی /الزکاۃ / باب التحریض علی الصدقۃ۔ احمد ۴/ ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱۔

سنہ ہوگی یا سیئہ، لہٰذا سنت حسنہ کا اطلاق یہاں صدقہ مشروعہ اور اس کے مشابہ مشروع اشیاء پر ہوگا اور سنت سیئہ کا اطلاق معصیت پر ہوگا جس کا معصیت ہونا شرعاً ثابت ہو جیسے قتل وغیرہ اور اسی طرح اس کا اطلاق بدعت پر بھی ہوگا کیونکہ شرعاً اسکی مذمت ثابت ہے۔ ایسی صورت میں یہ حدیث خود اہل بدعت کے خلاف حجت ہے۔

اہل بدعت کا استدلال اس حدیث سے اس وقت صحیح ہوتا جبکہ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ استعمال کیا گیا ہوتا لیکن یہاں سنت حسنہ اور سنت سیئہ کا ذکر ہے اور سنت و بدعت میں جو فرق ہے وہ اہل علم و خرد پر مخفی نہیں۔

دوسرا شبہ: حدیث میں ہے: "ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن"۔ (جس چیز کو مسلمان اچھی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تحسین و تقبیح عقل انسانی کے تابع ہے اگر شرعی دلیل کے تابع یہ چیز ہوتی تو یہ بات ہرگز نہ کہی جاتی کہ مسلمان جس کو اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے، اور آج جن چیزوں کو بدعت کہا جارہا ہے مسلمانوں کی اکثریت اس کو اچھا تصور کرتی ہے اور اچھا سمجھ کر ہی انجام دیتی ہے جس سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ امور بدعت حسنہ کی فہرست میں آتے ہیں لہٰذا ہر بدعت گمراہی نہیں۔

جائزہ: اولاً یہاں پوری روایت کو نقل کرنا ضروری ہے تاکہ اس حدیث کی حیثیت اور استدلال کی حقیقت واضح ہو جائے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: ان اللہ عز و جل نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر قلوب	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یقیناً اللہ عزوجل نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو سب سے اچھا پایا لہٰذا آپ کو اپنے لئے چن لیا اور اپنی رسالت دیکر

العباد فاصطفاہ لنفسہ	مبعوث فرمایا پھر بندوں کے دلوں
وابتعثہ برسالاتہ ثم نظر	کو دیکھا تو صحابہ کے قلوب کو سب
فی قلوب العباد فوجد قلوب	سے بہتر پایا لہٰذا انہیں اپنے نبی صلی
اصحابہ خیر قلوب العباد	اللہ علیہ وسلم کا معاون بنا دیا جو اس
فجعلھم وزراء نبیہ صلی	کے دین کی خاطر لڑتے ہیں۔ لہٰذا
اللہ علیہ وسلم یقاتلون	جو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ کے
عن دینہ فمارآہ المسلمون حسنا	نزدیک بھی بہتر ہے اور جس کو
فھو عند اللہ حسن ومارآہ المسلمون	مسلمان برا تصور کریں وہ اللہ
سیئا فھو عند اللہ سیئ۔ [1]	کے نزدیک بھی برا ہے۔

اور حاکم کی روایت میں اتنا اضافہ ہے:

وقد رای الصحابۃ جمیعا	اور تمام صحابہ نے متفقہ رائے سے
ان یستخلفوا ابابکر رضی اللہ عنہ۔ [2]	ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا۔

(۱) اب یہ حقیقت سامنے آگئی کہ یہ کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے کہ جس کو کل بدعۃ ضلالۃ کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکے بلکہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے جیسا کہ علامہ سخاوی نے "المقاصد الحسنۃ" (۹۵۹) اور علامہ عجلونی نے "کشف الخفاء" (۲۲۱۵) میں وضاحت کی ہے اور محدث عصر حاضر علامہ البانی حفظہ اللہ "الضعیفۃ" (۵۲۳) میں فرماتے ہیں: "لا اصل لہ مرفوعا وانما ورد موقوفا علی ابن مسعود" (مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں یہ صرف عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً مروی ہے۔)

---

[1] احمد ۱/۳۷۹، الھیثمی فی مجمع الزوائد ۱/۱۷۷-۱۷۸۔

[2] الحاکم ۳/۷۸، ۷۹ وصححہ ووافقہ الذھبی۔

ایک صحابی کے قول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابلہ میں پیش کرنا اور معارضہ کرنا خود بدعت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے سلسلہ میں کچھ لوگوں نے گفتگو کی، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں اس کو صحیح قرار دیا تو لوگوں نے کہا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس سے روکتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا:

یوشك ان تنزل	ڈر ہے کہ تم پر آسمان سے پتھروں
علیکم حجارۃ من السماء	کی بارش ہونے لگے میں کہتا
اقول لکم قال رسول اللہ	ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم و	نے فرمایا اور تم کہتے ہو ابو بکر و
تقولون قال ابوبکر وعمر[1]	عمر نے کہا۔

(۲) اگر اس قول کے سیاق و پس منظر کو سامنے رکھیں جس وقت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں "المسلمون" میں الف لام عہد کا ہے جس سے مراد صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اس سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کو حجت قرار دیا ہے اور اسی اجماع صحابہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے پر استدلال فرمایا ہے جیسا کہ حاکم کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔

(۳) اگر پس منظر و سیاق سے اس قول کو الگ کر دیں تب بھی اہل بدعت کا استدلال اس سے صحیح نہیں کیونکہ ایسی صورت میں "المسلمون" میں الف لام استغراق کے لئے ہوگا اور اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمام مسلمان جس کو اچھا سمجھیں وہ اچھا

---

[1] الدارمی (المقدمۃ) باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱/۴۳) مختصرا و ذکر صاحب تیسیر العزیز الحمید ص ۵۰۴ منفصلا۔

ہے لہٰذا اس سے مراد اجماع امت ہے نہ کہ مختلف فیہ آرار و اقوال کیونکہ اگر اس سے یہ مراد لے لیا جائے کہ مسلمانوں کا کوئی فرد بھی کسی چیز کو اچھا سمجھے وہ چیز اچھی ہے تو اس سے فتنہ و فساد کا ایسا دروازہ کھل جائے گا کہ کوئی غلطی غلطی باقی نہیں رہے گی اور ایسا شرعاً و بداھۃً غلط ہے جس کا غلط ہونا بالکل واضح ہے۔

اس قول سے خود اہل بدعت کی تردید ہوتی ہے کیونکہ صحابہ و تابعین اور ائمہ کا ہر بدعت کے ضلالت ہونے پر اجماع ہے اور سبھوں نے بدعت کو بری نظر سے دیکھا ہے اور اس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

تیسرا شبہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تراویح کی جماعت قائم کر کے فرمایا تھا:

"نعم البدعة هذه" یہ کتنی بہترین بدعت ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ کچھ بدعتیں اچھی ہوتی ہیں تمام کی تمام ضلالت و گمراہی نہیں، اگر ایسی بات نہ ہوتی تو ایسا ہر گز نہ فرماتے لہٰذا بدعت کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔ بدعتِ حسنہ اور بدعت سیئہ۔

جائزہ: یہاں اولاً ہم اس سلسلہ کی پوری روایت نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

عن عبد الرحمن بن	حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری
عبد القاری انه قال: خرجت	سے روایت ہے کہ رمضان کی ایک
مع عمر بن الخطاب رضی	رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی
الله عنه ليلة فی رمضان الی	اللہ عنہ کے ساتھ مسجد گیا وہاں لوگ
المسجد فاذا الناس اوزاع	مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے
متفرقون يصلی الرجل لنفسه	کوئی تنہا نماز میں مشغول تھا اور کسی کے
ويصلی الرجل فيصلی	پیچھے ایک جماعت انکی اقتدا کر رہی تھی،
بصلاته الرهط فقال عمر:	یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

انی اری لو جمعت هولاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن کعب ثم خرجت معه لیلة اخری والناس یصلون بصلوٰة قارئهم قال عمر: نعم البدعة هذه والتی ینامون عنها افضل من التی یقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اوله۔ [1]

نے فرمایا میرا خیال ہے کہ ان سب کو ایک ہی قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو بہتر ہوگا پھر اس کا پختہ عزم کر لیا اور سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا پھر دوسری رات آپکے ساتھ مسجد جانے کا اتفاق ہوا لوگ اپنے قاری کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کتنی بہترین بدعت ہے لیکن جس حصہ میں یہ سوتے ہیں وہ اس سے بہتر ہے جسمیں قیام کر رہے ہیں یعنی آخری شب بہتر کیونکہ لوگ اول شب میں قیام کر رہے ہیں۔

اس روایت میں لفظ بدعت کو دیکھ کر اہل بدعت کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور بڑے طمطراق کے ساتھ اپنی بدعات وخرافات کے لئے حجت ودلیل سمجھ کر پیش کرتے ہیں لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کیا واقعی یہ عمل بدعت کی فہرست میں آتا ہے؟ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ایجاد کیا تھا؟ کیا اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجماعت تراویح صحابہ کو نہیں پڑھائی تھی؟

ہرگز یہ عمل نو ایجاد نہیں تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تراویح پڑھائی تھی لیکن ایک خاص سبب کی وجہ سے آپ نے صحابہ کو گھر میں پڑھ لینے کا

---

[1] البخاری/صلاة التراویح/باب فضل من قام رمضان (۲۰۱۰)

حکم دیا تھا اور جب یہ سبب زائل ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سنتِ نبوی کو زندہ فرمایا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج ليلة في جوف الليل فصلى في المسجد وصلى رجال بصلاته فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اكثر منهم فصلى فصلوا معه فاصبح الناس فتحدثوا فكثر اهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى بصلاته فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله حتى خرج لصلاة الصبح فلما قضى الفجر قبل على الناس فتشهد ثم قال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں ایک روز مسجد تشریف لے گئے اور وہاں صلاۃ تراویح ادا فرمائی اور کچھ لوگوں نے آپ کی اقتدا میں یہ نماز ادا کی، جب صبح ہوئی تو ان لوگوں نے دوسروں سے اس کا تذکرہ کیا جس سے دوسری رات پہلے سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور آپ کی اقتدا میں سبھوں نے تراویح ادا کی، صبح کے وقت لوگوں نے اس کا تذکرہ دوسروں سے کیا تو تیسری رات مسجد میں لوگوں کا ازدحام بڑھ گیا آپ تشریف لائے اور لوگوں نے آپکی اقتدا میں تراویح پڑھی اور جب چوتھی رات ہوئی تو لوگوں کا ازدحام اس قدر بڑھ گیا کہ مسجد تنگ ہو گئی، اس رات آپ نہیں نکلے بلکہ فجر میں تشریف لائے اور جب فجر سے فارغ ہوئے تو آپ نے حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا

امّا بعد! فانه لم یخف علیّ مکانکم ولٰکنی خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا عنھا۔ فتوفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والامر علیٰ ذٰلک۔ [1]

مجھ پر تم لوگوں کا جمع ہونا مخفی نہیں تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کو ادا نہ کر سکو۔ (امام زہری فرماتے ہیں) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور معاملہ ایسے ہی رہا۔

اس حدیث سے دو باتیں سامنے آئیں:

۱) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بجماعت تراویح مسلسل تین راتوں میں پڑھائی۔

۲) جب لوگوں کا ذوق وشوق اس نماز کے لئے بہت بڑھ گیا تو آپ نے اس خوف سے بجماعت نماز تراویح پڑھانا ترک کر دیا کہ کہیں یہ فرض نہ قرار دے دی جائے اور پھر امت ادا نہ کر سکے۔

لہٰذا حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ کا عمل بدعت نہیں تھا کیونکہ اس سے قبل رسول اللّٰہ [صلی] اللّٰہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت تھا اور فرضیت تراویح کے خوف سے رسول اللّٰہ [صلی] اللّٰہ علیہ وسلم نے ترک کر دیا تھا لیکن جب آپ کے انتقال کے بعد یہ سبب [زائ]ل ہو گیا کیونکہ دین مکمل ہو گیا اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا لہٰذا کسی چیز کے فرض [وغ]یرہ ہونے کا سوال ہی نہیں رہا اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ نے اس [سن]ت کو دوبارہ زندہ فرمایا۔

اب اس موقع پر حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ کا اس عمل کو بدعت فرمانا صاف بتلا رہا [ہ]ے کہ اس سے مراد شرعی وحقیقی بدعت نہیں بلکہ آپ نے یہاں مجازاً اسکو بدعت کہا

---

[1] البخاری/صلوٰۃ التراویح/باب فضل من قام رمضان۔ (۲۰۱۲)

کیونکہ یہاں شرعی معنیٰ کا اطلاق ممکن ہی نہیں اور چونکہ ایک مدت تک یہ عمل متروک رہا اس لیئے اس کو بدعت سے تعبیر فرمایا۔

چوتھا شبہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ کے لئے صرف ایک اذان ہوا کرتی تھی اور وہ اس وقت جب آپ خطبہ کے لئے منبر پر تشریف لاتے تھے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک اور اذان کا جمعہ کے دن اضافہ فرمایا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین کے اندر ہر طرح کا اضافہ شر نہیں بلکہ کچھ اضافے ایسے ہیں جنکا تعلق خیر سے ہے اس لئے بدعت کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا ایک حسنہ دوسرے سیئہ۔

جائزہ: آیئے پہلے اس پس منظر پر اولاً نظر ڈالیں جس کے پیشِ نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان کا حکم فرمایا تھا۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان الاذان یوم الجمعة کان اوله حین یجلس الامام یوم الجمعة علی المنبر فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابی بکر وعمر رضی الله عنهما فلما کان فی خلافة عثمان رضی الله عنه۔ وکثروا۔ امر عثمان یوم الجمعة بالاذان	یقیناً جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر تشریف لاتا تھا یہی عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں رہا لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے (یعنی آبادی بڑھ گئی) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن

الثالث فاذن به علی الزوراء فثبت الامر علی ذلک ۔ [1] | تیسری[2] اذان کا حکم دیا جو مقام زوراء پر دی گئی پھر اسی پر عمل ثابت رہا۔

(۱) اس روایت پر نظر ڈالئے دیکھئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقصدِ اذان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس اذان کا حکم فرمایا تھا کیونکہ جب لوگوں کی کثرت ہوگئی اور آبادی میں اضافہ ہوگیا، مسجد کے اذان کی آواز کا بازار میں لوگوں تک پہنچنا ممکن نہ رہا اور نہ ہی اس وقت آج کل کی طرح لاوڈ سپیکر وغیرہ آلات کا وجود تھا جس سے آواز لوگوں تک پہنچائی جاسکتی، اس لئے بازار میں مقام زوراء پر اذان دینے کا حکم فرمایا لیکن کلمات اذان اور اس کی ہیئت و کیفیت میں کوئی تغیر نہیں ہونے دیا اگر اس اذان کا حکم نہ دیا گیا ہوتا تو خطرہ تھا کہ بہت سے لوگ خطبۂ جمعہ سے محروم رہ جاتے اس لئے ضروری تھا کہ خلیفۂ وقت لوگوں کو اس خطرہ سے بچانے کیلئے کوئی تدبیر اختیار کرے اور اس کی بہترین صورت وہی تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختیار کی کہ اصلی اذان سے کچھ وقفہ قبل بازار میں اذان دلائی جائے تاکہ لوگ اپنے کاروبار کو سمیٹتے ہوئے مسجد پہنچ جائیں اور خطبہ و نماز میں شریک ہو سکیں، اسی لئے تمام صحابہ کرام نے اس پر اتفاق فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انفرادی عمل نہ رہا بلکہ باجماع صحابہ ایسا کیا گیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع و اتفاق حجت و شرعی

---

[1] البخاری ، الجمعۃ ، باب التاذین عند الخطبۃ (۱۲۴) النسائی ، الجمعہ ، باب الاذان للجمعۃ

[2] یہاں اذان عثمانی کو تیسری اذان کہا گیا ہے کیونکہ اقامت کو بھی تغلیباً اذان کہا جاتا ہے۔ اس طرح اذانِ عثمانی کو لے کر تین اذانیں ہو جاتی ہیں اور اذانِ عثمانی کو ترتیب کے لحاظ سے تیسری نہیں کہا گیا ہے کیونکہ ترتیب میں یہ پہلی ہوتی ہے بلکہ وجود میں آنے کے اعتبار سے اس کو تیسری کہا گیا ہے۔

دلیل ہے۔

(۲) اور پھر خلفاء راشدین کا طرزِ عمل بدعت نہیں بلکہ سنت ہے' اس کو بدعت کہنے والے حقیقت سے واقف نہیں ہیں یا پھر دانستہ طور سے اپنی بدعات وخرافات کو ہوا دینے کے لئے ایسی حرکت کرتے ہیں اور غلط طریقے سے استدلال کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کیونکہ خلفاء راشدین کے سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گذر چکا ہے:

فعليكم بسنتي وسنة	تم میری اور خلفاء راشدین کی سنت
الخلفاء الراشدين تمسكوا	کو لازم پکڑو اور دانتوں سے
بها وعضوا عليها بالنواجذ[1]	مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔

لہٰذا خلفاء راشدین کے افعال بدعت نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل پیرا رہنے کا حکم فرمایا ہے۔

آج بھی اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں پیدا ہوئے تھے تو اس سنتِ عثمانی پر عمل کیا جائے گا لیکن آج کل جو طریقہ جمعہ کے دن رائج ہے وہ سنتِ عثمانی کے خلاف ہے کیونکہ آج کل دونوں اذانیں مسجد ہی میں دی جاتی ہیں حالانکہ سنتِ عثمانی یہ ہے کہ پہلی اذان بازار میں دی جائے تاکہ اس کا مقصد حاصل ہو اور پھر آج لاوڈ سپیکر وغیرہ کی ایجاد نے دورِ حاضر میں اس ضرورت کو پوری کر دی' اسلئے اب اس اذان کی ضرورت باقی نہ رہی خطبہ کے وقت کی اذان کافی ہے۔

پانچواں شبہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو دو جلدوں کے درمیان جمع نہیں کروایا تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور

---

[1] اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے، دیکھو رقم ۸۔

خلافت میں قرآن کو جمع کروایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر بدعت ضلالت نہیں بلکہ کچھ بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں۔

جائزہ: ہم اولاً اس پس منظر کو ملاحظہ کرلیں جس کے پیش نظر قرآن کو یکجا کرنے کی ضرورت پیش آئی اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسکو انجام دیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أرسل إلي أبو بكر رضي الله عنه مقتل أهل اليمامة، فاذا عمر بن الخطاب عنده قال أبو بكر: إن عمر أتاني فقال ان القتل قد استحر يوم اليمامة بقراء القرآن وانى أخشى إن استحر القتل بالقراء بالمواطن فيذهب كثير من القرآن وانى أرى أن تأمر بجمع القرآن قلت لعمر: كيف تفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: هذا والله خير فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك

جنگ یمامہ کے موقع پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے طلب کیا میں پہنچا تو آپ کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ابوبکر نے کہا میرے پاس عمر آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظِ قرآن شہید ہوگئے مجھے خوف ہے کہ اگر اسی طرح مختلف مقامات پر حفاظِ قرآن شہید ہوتے گئے تو قرآن کا اکثر حصہ ضائع نہ ہوجائے میرا خیال ہے کہ تم قرآن جمع کرنے کا حکم دو۔ میں نے عمر سے کہا تم ایسا کام کیسے کروگے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ عمر نے کہا واللہ یہ بہتر ہے اور برابر عمر اس سلسلہ میں مجھ سے گفتگو کرتے رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صدر کردیا اور عمر کی

ورأيت في ذلك الذي رأى عمر. قال زيد: قال ابو بكر: انك رجل شاب عاقل لا نتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه، فوالله لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان اثقل علي مما امرني به من جمع القرآن. قال: قلت: كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: والله خير فلم يزل ابو بكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح صدر ابي بكر وعمر فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال.... الحديث۔ [1]

رائے سے مجھے اتفاق ہو گیا حضرت زید کہتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا تم نوجوان عقلمند آدمی ہو ہم تم پر کوئی اتہام نہیں پاتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے لہٰذا تم قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو۔ واللہ اگر مجھے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا حکم دیتے تو میرے لئے اس سے مشکل نہ ہوتا جس کا مجھے دیا کہ قرآن جمع کر لیں میں نے عرض کیا آپ لوگ ایسا کام کیسے کریں گے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ عمل بہتر ہے اور برابر اس سلسلہ میں گفتگو کرتے رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صدر کر دیا جس کام کیلئے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا شرح صدر فرمایا تھا لہٰذا میں نے قرآن کو پتھروں اور کھجور کے چھلکوں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کیا:.... الحدیث۔

---

[1] البخاری / فضائل القرآن / باب جمع القرآن و باب کاتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کریم کے نزول کا سلسلہ مسلسل ۲۳ سال تک جاری رہا، بقدرِ ضرورت
آیات و سور کا نزول ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحکم الٰہی نقل کرادیا کرتے تھے
چونکہ نزولِ قرآن کا سلسلہ جاری تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ممکن ہی نہ تھا
کہ آپ قرآن کو ایک جلد کے اندر جمع کرادیں کیونکہ کبھی کوئی سورت نازل ہوئی اور کبھی
کسی سورت کی آیت نازل ہوتی اور کبھی کسی ترتیب کے ساتھ قرآن کا نزول نہیں ہوتا جسکی
وجہ سے جمع کا عمل ناممکن تھا اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو جمع نہیں کرایا بلکہ جو
حصہ نازل ہوتا تھا اسکو کاتبین وحی کے ذریعہ لکھا دیتے اور ان نوشتوں کو اپنے پاس محفوظ
کرادیتے اور صحابہ کو یاد کرادیتے اور جب آپکی وفات ہو گئی اور نزولِ قرآن کا سلسلہ مکمل
ہو گیا لہٰذا اب ضروری قرار پایا کہ اسکو ایک جلد میں جمع کرادیا جائے تاکہ جس مقصد کے
خاطر آپ لکھا کر محفوظ کرلیا کرتے تھے وہ مقصد فوت نہ ہو۔ اور اتفاق سے جب جنگِ
یمامہ میں حفاظِ قرآن کی کثیر تعداد شہید ہو گئی تو اس مقصد کے فوت ہو جانے کا خطرہ اور
بڑھ گیا جس کے پیشِ نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کام کے
انجام دلانے کا مشورہ دیا پھر تمام صحابہ کرام کے اتفاق سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

اب اس عمل کو کوئی شخص بدعت کہکر اپنے بدعات و خرافات کو رواج دینا چاہتا
ہے تو یہ اس کے دماغ کا خلل ہے کیونکہ جمع قرآن اولاً بدعت نہیں اور ثانیاً باجماع صحابہ
عمل میں آیا اور پھر خلفاءِ راشدین کی سنت ہے جسکی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے لہٰذا اس کو
بدعت قرار دینا غلط اور بدعات پر اس سے استدلال کرنا غلط اور پھر بدعات میں حسنہ و سیئہ
کی تقسیم غلط اور بے بنیاد ہے اور یہ تقسیم خود ہی بدعت ہے کیونکہ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے اور نہ صحابۂ کرام سے ثابت بلکہ جو چیز ثابت ہے وہ ہے "کل بدعۃ ضلالۃ
وکل ضلالۃ فی النار"۔ (ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔)

یہ تھے وہ اہم شبہات جسکے ذریعہ اہلِ بدعت عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش
کرتے ہیں جنکی حقیقت یہاں واضح ہو گئی، یہی حال بدعت کے تمام استدلالات کا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بدعات وخرافات سے محفوظ رکھتے ہوئے سنت پر عمل پیرا رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حرفِ آخر: اب قارئین پر بدعت کی حقیقت واضح ہو چکی ہوگی ایسی صورت میں ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بدعات وخرافات سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہوئے کتاب وسنتِ صحیحہ کی شاہراہ کو اختیار کرے اور اللہ کے دوسرے بندوں کو اس شاہراہ پر چلانے کی فکر کرے۔

اور علماءِ امت اور دینی تحریکوں کے ذمہ داروں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے افکار ونظریات پیش کرنے کے بجائے اللہ کے اس دین کو پیش کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو پیش کیا تھا اور صحابہ نے اس پر عمل کر کے لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کیا تھا۔ اصلاحِ امت کا وہی طریقہ اختیار کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا اور اس سلسلہ میں مصلحت پرستی کا طریقہ انتہائی مہلک وخطرناک ہے یہ یہود ونصاریٰ کے علماء ومشائخ کی روش تھی کہ وہ مصلحت پرستی کے پیشِ نظر دین کی کچھ باتیں بتاتے تھے اور اکثر چھپا لیتے تھے اور کلامِ الٰہی میں تحریف وتبدیل سے بھی نہیں چوکتے تھے۔

اور حکام کا یہ فریضہ ہے کہ وہ دینی تعلیم کو عام کریں، دینی اداروں اور تربیت گاہوں میں مخلص علماء حق کو مقرر کریں اور بدعات وخرافات کی بیخ کنی کے پیچھے لگ جائیں ورنہ علماء وحکام یہ دونوں ہی اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

اللہ ہم سب کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللہ علی النبی وآلہ وصحبہ اجمعین

ہماری دعوت یہ ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جس بات کا حکم دیا ہے یا جسے خود کیا ہے یا جسے کرنے کی اجازت دی ہے اسے من وعن اسی طرح کیجئے اور جس بات سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اس سے رک جایئے اورارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورہ حشر، آیت ۷)

''جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے معاملے میں جو کام ساری حیات طیبہ میں نہیں کیا، وہ کام اپنی مرضی سے کرکے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے کی جسارت نہ کیجئے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ (سورۃ حجرات، آیت نمبر۱)

''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت اور اتباع کرکے اپنے اعمال برباد نہ کیجئے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ

''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول ﷺ کی اطاعت کرو (اور کسی دوسرے کی اطاعت کرکے) اپنے اعمال برباد نہ کرو''۔ (سورہ محمد، آیت نمبر۳۳)

محمد یٰسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام لاجامپور
ضلع راجن پور پنجاب پاکستان ☎ 0604-567218, 569472

ادارۂ تبلیغ اسلام جام پور

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور 1967ء سے حضرت مولانا محمد یٰسین راہی کی نگرانی میں دین حقہ کی ترویج واشاعت میں کوشاں ہے۔ اب تک مختلف مسائل پر سلسلہ ہائے تبلیغ پچاس لاکھ روپے سے زائد تعداد میں شائع کر کے تقسیم کئے جا چکے ہیں۔

ملک بھر میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد ادارہ ہے جس کی طرف سے بڑے پیمانے پر لٹریچر چھپوا کر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگ ادارہ کا لٹریچر پڑھ کر راہِ ہدایت پا چکے ہیں۔ الحمدللہ!

ادارہ کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں بلکہ مخیّر احباب کے رضا کارانہ تعاون سے ہی دین کا یہ سب کام سرانجام دیا جارہا ہے۔

جامعہ محمدیہ جام پور:

ادارہ ہی کے تحت علاقہ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ محمدیہ قائم ہے، جس میں بڑی تعداد میں بیرونی و مقامی طلباء قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ تمام طلباء کے اقامتی و تعلیمی اخراجات جامعہ کی طرف سے برداشت کئے جاتے ہیں۔ طالبات کے لئے تعلیم دین کا الگ انتظام ہے جس میں بچیاں حفظ، ناظرہ وترجمۃ القرآن کی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔

ادارہ کی شاخیں:

ادارہ کی زیرنگرانی جام پور تحصیل کے مختلف مقامات پر چھ شاخیں فروغ دین کے لئے کوشاں ہیں۔

مخیر احباب توجہ فرمائیں

تمام اہل مال، مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ ادارہ کے لئے مالی تعاون فرما کر دین حق کی اشاعت کے فروغ کے مذکورہ پروگرام میں شامل ہوں۔

محمد اسماعیل ساجد

نائب مدیر

ادارۂ تبلیغ اسلام جام پور

ضلع راجن پور۔ پنجاب پاکستان ☎ 0604-567218, 569472